اداریہ

اِک شمع اور بجھی....

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کو ابھی دو ماہ بھی نہ گذرے تھے اور ان کے غم میں جو آنکھیں اشکبار تھیں ابھی ان کے آنسو بھی خشک نہ ہونے پائے تھے۔ کہ رشد و ہدایت کی ایک اور شمع گُل ہو گئی۔ یعنی قطب الاقطاب حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہٗ کے مایۂ ناز روحانی فرزند اور خلیفۂ مجاز **حضرت مولانا حماد اللہ صاحب** رحمۃ اللہ علیہ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ سانحۂ ارتحال ۱۸ر اپریل ۱۹۶۲ء بروز بدھوار نماز فجر کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد حضرتؒ کے گاؤں ہالیجی شریف میں پیش آیا۔ حضرتؒ کافی عرصہ سے علیل تھے۔

قطب الاقطاب حضرت امروٹیؒ نے پانچ حضرات کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ تھریچانی ضلع سکھر
۲۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ لاہور
۳۔ حضرت مولانا حماد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہالیجی شریف ضلع سکھر
۴۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحصیل رتہ ڈیرہ ضلع لاڑکانہ (گاؤں کا نام معلوم نہیں ہو سکا)
۵۔ حضرت مولانا صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہالیجی شریف ضلع سکھر

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا صالح محمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہم کافی عرصہ پہلے یکے بعد دیگرے اس جہانِ فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ حضرت شیخ التفسیر اور حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہما باقی تھے۔ وہ بھی چند ہفتوں میں ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے اکابر سے جا ملے۔ ہماری شومئ قسمت کہ اولیائے کرام کے اس مقدس و بابرکت طائفہ میں سے اب کوئی بزرگ باقی نہیں رہا۔ بحیثیت مسلمان کے ہمارا یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔ اس لئے ہم اس صدمۂ جانکاہ پر قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرکے اپنا سارا حزن و ملال اسی کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ جس نے ہمیں اس میں مبتلا کیا ہے۔ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ اور اسی سے صبر جمیل کی توفیق کے طلبگار ہیں۔ حضرت ہالیجوی شریفؒ کی رحلت سے عالمِ اسلام کو جو روحانی نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالےٰ قادر مطلق ہیں وہ چاہیں تو کلمہ کُن سے اس نقصان کی تلافی کر سکتے ہیں۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

راقم الحروف عرصہ سے حضرتِ ہالیجوی شریفؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہونے کی آرزو رکھتا تھا۔ حضرت شیخ التفسیرؒ کی رحلت کے بعد تو حاضری کا پختہ ارادہ تھا۔ صرف مناسب موقعہ کا انتظار تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ اس لئے اب اپنی محرومئ قسمت پر دستِ حسرت ملنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کسے معلوم تھا کہ اس بدقسمت کے حصّہ میں حضرتؒ کی زیارت کی بجائے کارکنانِ قضا و قدر نے تعزیتی نوٹ تحریر کرنا مقدر کر رکھا تھا۔ ع مرثیہ تیری جدائی کا مری قسمت میں تھا

جلدی میں حضرتؒ کے سفر آخرت کے حالات تو معلوم نہ ہو سکے۔ جب بھی معلوم ہوئے انشاء اللہ ہدیۂ قارئینِ کرام کر دئیے جائیں گے۔ البتہ یہ سن کر دل کو اطمینان ہوا کہ قرب و جوار سے عوام کے علاوہ بعض خواص بھی نماز جنازہ میں شریک ہو گئے تھے۔ خواص میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت فیوضہم خان پور ضلع رحیم یار خان اور حضرت مولانا محمد ہارون صاحب زید مجدہم تھریچانی ضلع سکھر کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں حضرات کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ حضرت مولانا درخواستی صاحب مدظلہ العالی کو حال ہی میں نظام العلماء مغربی پاکستان نے حضرت شیخ التفسیرؒ کی جگہ اپنا نیا امیر منتخب کیا ہے حضرت مولانا محمد ہارون صاحب حضرت شیخ التفسیرؒ کے خلیفۂ مجاز اور حضرت امروٹیؒ کے خلیفۂ اکبر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے صاحبزادہ ہیں۔

انتقال کے وقت حضرت ہالیجوی شریفؒ کی عمر ۸۳ سال کے قریب تھی۔ حضرتؒ نے اپنے دوسرے پسماندگان کے علاوہ چار صاحبزادے بھی چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے چاروں عالم ہیں۔ حضرت کی نماز جنازہ سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ محمود اسعد صاحب نے پڑھائی۔

ادارہ خدام الدین حضرتؒ کے جملہ پسماندگان کے غم میں ان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ اور بارگاہ رب العزت میں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند

کی

لاہور میں آمد

فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز **جمعرات ۲۶ر اپریل ۱۹۶۲ء** کو شام کے ساڑھے چار بجے لاہور پہنچ رہے ہیں۔ آپ کی قیام گاہ **کاشانۂ قاسمی ۱۵۶ ملتان روڈ لاہور** رہو گی۔

(فون نمبر ۶۵۸۷۹)

خطبۂ جمعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی ۲۷ر اپریل ۱۹۶۲ء کو خطبۂ جمعہ **جامع شیرانوالہ** میں ارشاد فرمائیں گے ——— آپ کی تقریر ٹھیک ½۱۲ بجے شروع ہو جائیگی۔

المعلن :- قاری سراج احمد ناظم دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی۔ لاہور

دعا گو ہے کہ وہ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے نقش قدم پر چل کر ان کے مشن کو کامیاب بنانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو بہشت کے باغوں میں سے باغ بنائے ؎

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آمین یا الٰہ العالمین۔　چوہدری عبدالرحمان خان

ووٹروں کا فرض

ان دنوں انتخابی مہم نقطۂ عروج پر ہے۔ امیدوار بلند بانگ دعاوی سے ووٹروں کے دل رام کرنے کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ نا اہل امیدوار ذاتی اور خاندانی تعلقات کی آڑ میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کی فکر میں ہیں۔ اور اکثر امیدوار سرمائے کے بل بوتے پر ووٹروں کو جنس بازاری سمجھ کر ان کے نرخ مقرر کر رہے ہیں۔ ان کے برعکس امیدواروں کی اس کھیپ میں کہیں کہیں علمائے حق کے چراغ بھی جھلملاتے نظر آ جاتے ہیں۔

پچھلے شمارے میں شیر اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ، پیکر علم و عمل مفتی محمود صاحب زید مجدہ (ڈیرہ اسمٰعیلخان) حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی، حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب مدرسہ نعمانیہ اور حضرت مولانا حضرت علی صاحب بنوں کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اب خبر آئی ہے کہ مجسمۂ صدق و صفا حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مظلہ العالی بھی حلقہ ملتان ۱ این ڈبلیو ۹ سے انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستان کی بنیاد ہی اس نظریہ پر رکھی گئی تھی کہ یہاں اسلام کا ضابطۂ حیات نافذ کیا جائے گا۔ اور مسلمانوں کو شریعت اسلامی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی پوری سہولتیں حاصل ہوں گی۔ حال ہی میں صدر مملکت کا یہ وعدہ کہ "کوئی قانون اسلام کے منافی نہیں ہوگا" اسی حقیقت کی صدائے بازگشت ہے۔ چنانچہ قانون ساز اداروں میں علمائے حق کی موجودگی وقت کی نہایت ہی اہم قومی و ملی ضرورت ہے۔ یہ کسی صورت میں بھی باور نہیں کیا جا سکتا کہ علماء کی تائید کے بغیر کوئی قانون کتاب و سنت کی مکمل عکاسی کر سکیگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حکومت کی پریشانی رفع کرنے اور حق و صداقت کا علم بلند کرنے کے لئے ووٹر ہر حلقہ سے علمائے حق کا ساتھ دیں ——— اور عنداللہ اور عندالناس ماجور ہوں۔

وما علینا الا البلاغ

ووٹ کی شرعی حیثیت

مختلف طبقہ وخیال کے علماء کا متفقہ فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین صورتِ ذیل میں :-

کہ اس وقت جو قومی و صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ملک میں ہو رہے ہیں۔ ان میں امیدوار بسا اوقات انتخاب کنندگان (ووٹرز) کو دنیاوی لالچ دیتے ہیں۔ ان کے ضمیر کی قیمت لگا کر انہیں خریدتے ہیں، برادری ذات پات کا واسطہ دیتے ہیں کیا ۱ شرعاً امیدوار کے لئے اس طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا جائز ہے ؟

۲ ووٹرز کے لئے ووٹ دینے کے عوض رقم لینی یا برادری و دیگر نسلی عصبیتوں کے جذبہ سے ووٹ دینا جائز ہے ؟

بینوا توجروا۔

الجواب

ووٹ ایک مقدس امانت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المستشار مؤتمن جس سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ اسے ایک امانت سپرد کی جاتی ہے۔ جس میں خیانت کرنا اور صحیح مشورہ نہ دینا ایک عظیم جرم ہے۔ امانت اُس کے اہل کے سپرد کرنا شریعت میں لازم ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (ترجمہ) بہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کے حوالے کردو۔ حدیث صحیح میں منافق کی علامات میں سے ایک علامت یہ بتلائی گئی ہے۔ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ یعنی منافق کو جب امانت سپرد کی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے ایک حدیث میں مروی ہے۔ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ جو شخص امانت کو صحیح طور پر ادا کرنے کا اہل نہ ہو۔ اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔

نیز ووٹ دینا ایک شہادت ہے۔ گویا ووٹر (رائے دہندہ) جسے ووٹ دیتا ہے۔ وہ درحقیقت اس کی اہلیت کی شہادت دیتا ہے اور جھوٹی شہادت دینا مومن کی شان کے خلاف ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ کی آیت اس پر شاہد صدق ہے۔ حدیث صحیح میں شرک کے بعد جھوٹی شہادت (شہادۃ زور) کو سب سے بڑا گناہ بتلایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ووٹ دینا ووٹر کی طرف سے امیدوار کی رکنیت کی سفارش بھی ہے۔ اور کسی نا اہل کی سفارش کرنا گناہ ہے۔ حتیٰ کہ وہ نا اہل کے گناہوں اور غلطیوں میں شریک رہتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً یَّکُنْ لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْھَا جو بری سفارش کرتا ہے۔ اس کا بھی اس میں حصہ ہوتا ہے۔ بنا بریں کسی نا اہل کو ووٹ دینا شرعاً عظیم گناہ ہے۔ بالخصوص اُس وقت تو یہ جرم اور بھی عظیم ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس کے عوض رقم لی جائے اور ضمیر فروشی کی جاوے یا عصبیت جاہلیہ کا جذبہ کار فرما ہو۔ ایسی رقم لینی رشوت ہے۔ اور بہ تصریح احادیث نبویہ و اجماع امت رشوت لینا اور دینا دونوں کبیرہ گناہ ہیں۔

(مولانا مفتی) محمود صاحب صدر المدرسین مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر

واحد بخش بقلم خود مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

الجواب صحیح خدا بخش خطیب جامع مسجد بیرون دہلی دروازہ ملتان شہر

صح الجواب سید مسعود علی قادری مفتی انوار العلوم ملتان شہر

محمد شفیع غفرلہ مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفی عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۱۰/۸۱

حضرات علماء کرام ملتان کے جواب استفتاء سے کامل اتفاق رکھتا ہوں۔

محمد داؤد غزنوی (لاہور حال وارد ملتان ۶/۴/۶۲

ووٹ قابل معاوضہ چیز نہیں ہے لہذا اس کے مقابلہ میں قیمت لینا اور دینا ناجائز ہے۔

احقر حامد علی خاں مہتمم مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ملتان چوڑی سرائے

۷ اپریل ۱۹۶۲ء

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

(اقبالؒ)

ڈاکٹر مناظر حسین نظر

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں

خراج عقیدت

قطب الاقطاب مجاہد کبیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہم اللہ علیہم کے قبیلۂ غیرت و حمیت کی آخری نشانی تھے۔

آپ کی قومی وسیاسی زندگی کا آغاز جمعیۃ الانصار دیوبند کی تنظیم سے ہوا۔ امام انقلاب، مفکرِ اسلام حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء سے نظارۃ المعارف القرآنیہ کی داغ بیل ڈالی اور اس تحریک کی ابتداء جامع فتحپوری دہلی سے کی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا ستارہ نصف النہار پر چمکا۔

آپ فکرِ عبیداللہی کے امین گردانے گئے۔ اور آپ نے نہ صرف اس مکتبۂ فکر کی حفاظت کی بلکہ اس کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بھی اس جانفشانی، اولوالعزمی، ثابت قدمی اور خلوص و ایثار کے ساتھ سرانجام دیا کہ تاریخ کی جبیں آپ کے آستانۂ عظمت پر جھک گئی اور اس کی صدائے بازگشت سے اقصائے عالم گونج اٹھے۔

مولانا منظور حسن صاحب نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کچھ تاریخی حقائق کی نقاب کشائی کوہستان مورخہ ۱۹ر اپریل ۶۲ء کے صفحات پر کی ہے۔ آپ بھی اس سے سبق اندوز ہوں —— مولانا مذکور رقمطراز ہیں :-

عام طور پر ہمارے علماء کرام اور فضلائے دین انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی اصلاح سے مایوسی کی نگاہ کی بناء پر گریزاں رہتے ہیں اور انہیں فرزندانِ تہذیب نو اور پیروی باشندگان انگلش گردان کر اپنی محفلوں سے دور ہی رکھتے ہیں۔ اس گریز اور نفور سے کالجوں اور سکولوں کے طلباء اور معلمین دین کے درمیان ایک خلیج سی حائل ہو گئی ہے۔ لیکن حضرت مولانا احمد علی مغفور کا مسلک اور طریق کچھ جداگانہ تھا۔ وہ ہر طالب علم سے خواہ وہ کسی مکتب فکر یا کسی طریقۂ تعلیم سے وابستہ ہو۔ یکساں الفت رکھتے تھے۔ انگریزی خواں طلباء کے لئے تو ان کے دل میں شفقت و محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ ہر روز بعد از نماز مغرب اس طبقہ کے لئے درس کا وقت مخصوص تھا۔ جس میں شمولیت کے لئے سر شام ہی لاہور کی مختلف انگریزی درسگاہوں سے طلباء جوق در جوق اور خیل در خیل مسجد دروازہ شیرانوالہ میں کھنچے چلے آتے۔ یہ فیضان بے شمار ناواقفوں کے لئے انشراح قلوب کا سامان بنا۔

طلباء سے شفقت و محبت حضرت مولانا کو قدرت سے ودیعت ہوئی تھی۔ اسی بناء پر ۱۹۰۹ء بمطابق چہار رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن علیہ الرحمۃ نے ان کو دیوبند جمیعت الانصار کی تنظیم کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اور حضرت مولانا محمد میاں عرف مولانا منصور میاں انصاری کی رفاقت میں رہ کر کام کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے چار سال تک جمیعت الانصار کی تحریک و تاسیس میں نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے حصہ لیا۔ جمیعت الانصار کا ایک ہمہ گیر نظام مرتب ہوا۔ جسے حضرت مولانا اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ دوسرے ہی سال ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء کو مراد آباد میں جمیعت الانصار کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ہندوستان کے اکناف و اطراف سے تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس قدر عظیم اجتماع کسی دیگر جماعت کو قبل ازیں نصیب نہ ہوا تھا۔ ان دنوں مراد آباد پلیگ کی شدید گرفت میں تھا۔ انگریز کلکٹر انعقاد اجلاس کے سخت برخلاف تھا۔ لیکن تائید غیبی سے تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ اور علماء کی تشریف آوری سے پلیگ بھی مفقود ہو گئی اس جلسہ کے صدر جواں مرگ مولانا احمد حسن امروہی مرحوم تھے۔

۱۹۱۲ء میں دنیائے اسلام پر برطانیہ اور اس کی ہمنوا طاقتوں نے ریاستہائے بلقان کے عیسائیوں کو ترکوں کے خلاف کھڑا کر کے نئی مصیبت توڑی۔ ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مسجد کی شہادت کا سانحہ المیہ ہوا۔ مسلمانوں نے مسجد کی حمایت میں فوج کی گولیوں کے سامنے اپنے سینے سپر کر دئے۔ ہر دو ہنگاموں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کے دل و دماغ پر پریشان کن اثر ڈالا۔ اور مساعی جہاد کے لئے مہمیز کا کام دیا۔ چنانچہ آزاد حکومت کے قیام کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ اور جہاد کی بنیاد تیزی سے شروع ہو گئی۔ دہلی میں نوجوانانِ ہند کو درس سیاست اور جہاد دینے کی غرض سے مدرسہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ جو منزل جہاد کی طرف جمیعت الانصار کی تاسیس کے بعد دوسرا اقدام تھا۔ ۱۹۱۳ء بمطابق ۱۳۳۱ھ میں جب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ الہند کے اشارہ پر نظارۃ المعارف جامع مسجد فتح پوری میں قائم کرنے کی غرض سے دہلی منتقل ہوئے تو حضرت مولانا احمد علی صاحب مغفور کو بھی ان کے ہمراہ دیوبند سے دہلی بھیج دیا گیا۔ اس مدرسہ میں ۱۹۱۵ء تک کارکنوں اور مجاہدین کی خاصی تعداد تربیت حاصل کر چکی تھی تو منزل جہاد کی کی طرف حضرت شیخ الہندؒ نے فیصلہ کن قدم اٹھایا۔ چنانچہ اسی سال ۱۹۱۵ء بمطابق ۱۳۳۴ھ کو جب کہ جنگ عظیم اپنے ابتدائی مراحل میں تھی حضرت عبیداللہ سندھیؒ کو عملی اقدام کی غرض سے ہندوستان ترک کر کے کابل جانے کا حکم ہوا۔ تو ان کی نیابت کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کا ہی تقرر نظارۃ المعارف میں ہوا۔

ریشمی خطوط کی سازش کا شاخسانہ

جمیعت الانصار دیوبند، نظارۃ المعارف دہلی اور ریشمی خطوط کی سازش دراصل اس عظیم انقلابی پروگرام کی تین اہم کڑیاں تھیں جسے حضرت شیخ الہندؒ نے اتحاد عالم اسلام اور

(باقی صفحہ [illegible])

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۱۴ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ر اپریل ۱۹۶۲ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ کے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ مدظلہ نے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا

فتنۂ انکارِ حدیث

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ (سورۃ آل عمران پ)

ترجمہ۔ تم سب امتوں سے بہتر ہو۔ جو بھیجی گئی عالم میں۔ حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو۔ بُرے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان لاتے۔ اہل کتاب تو اُن کے لئے بہتر تھا۔ کچھ تو اُن میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر اُن میں نافرمان ہیں۔

حضرت علیہ رحمۃ کا معمول تھا۔ کہ مجلس ذکر اور خطبہ جمعہ میں جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی۔ موقعہ کے مطابق وہی بیان فرمایا کرتے تھے۔ تا کہ لوگ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ اور کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں

کافی مدت سے ایک فرقہ پیدا ہو چکا ہے۔ جو انکار حدیث کا پرچار کرتا ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ اس فرقے کی حقیقت کو ظاہر کریں۔

اس فرقے کا اصل مقصد انکار اسلام ہے۔ کیونکہ حدیث کا انکار کرنے سے قرآن شریف کا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا اللہ تعالےٰ ان آیات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ایک بہترین اُمت ہو۔ لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرائی سے روکتے ہو خیر امت کا مصداق اوّل صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ اور صحابہ کرامؓ کی شجاعت۔ تقویٰ ایمانداری اور دیانتداری کو اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں بیان فرماتے ہیں

صحابہ کرامؓ ہی کے واسطے سے ہمیں حدیث پہنچی ہے۔ اگر ہم حدیث کا انکار کریں گے۔ تو قرآن کا بھی انکار کرنا پڑیگا کیونکہ قرآن حکیم کو نقل کرنے والے بھی تو وہی صحابہ کرامؓ ہیں۔ حدیث نام ہے حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال۔ افعال اور احوال کا۔ اگر حدیث شریف کو نکال دیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مراد سمجھ میں نہیں آتی حدیث کے بغیر ہم کو حضورؐ کے طریقہ کی زندگی گزارنے کے طریقے معلوم نہیں ہوسکتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ٥

(سورۃ النساء رکوع ۱۷ پ)

ترجمہ۔ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اُس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستے کے خلاف تو ہم حوالے کریں گے اُس کو وہی طرف جو اُس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اُس کو دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ پہنچا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے۔ کہ اوّل مومنین سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔ سب مسلمان اپنے دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں۔ کہ کیا ہم صحابہ کرامؓ کے خلاف راستے پر تو نہیں چل رہے۔ کیا ہم ایسے فرقے کی پشت پناہی تو نہیں کر رہے۔ جس فرقے کے متعلق ایک ہزار علماء کرام نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

افسوس کی بات ہے۔ کہ حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف تقریریں ہوں۔ اور مسلمان اُن کی تعریف کریں۔ یاد رکھیں۔ کہ حدیث اُسی طرح حجت ہے۔ جس طرح قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ حدیث باقی رہے اگر حدیث کا انکار کر دیا جائے۔ تو قرآن کے الفاظ سے ہم کیا مطلب اخذ کریں گے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم صحابہ کرامؓ کی عظمت و عصمت کو اُسی طرح مانیں۔ جس طرح ہمارے اسلاف نے مانا ہے۔ محدثین نے بڑی محنت کر کے احادیث کو محفوظ کیا۔

امام ترمذی کی یادداشت کے متعلق روایت ہے کہ وہ ترمذ سے مکہ معظمہ کو حج کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ جب اُونٹ گزر رہا تھا۔ تو اپنا سر نیچا کر لیا (اُن دنوں آپ نابینا ہو چکے تھے) ساتھیوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے سر کو کیوں نیچا کیا ہے۔ تو فرمایا کہ میں پہلے جب یہاں سے گزرا تھا۔ یہاں ایک بیری کا درخت ہوا کرتا تھا۔ جس کی ٹہنیاں جھکی ہوئی تھیں (بعد میں پتہ چلا کہ واقعی اُس جگہ ایک درخت تھا جو کاٹا جا چکا تھا)

ایسے لوگ تھے۔ جنہوں نے حدیث کو مُدوّن کیا اور ہم تک پہنچایا۔ محدثین کے ایسے اور ہزارہا واقعات ہیں۔ آج لوگ محدثین کرام پر طعن کرتے ہیں۔ کہ اُس وقت پریس کہاں تھا۔ اُس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی خدمت لینے کے لئے ایسے حفاظ اور محدثین کو پیدا فرمایا تھا۔ حضرت امام مالکؒ کے پردادا نے حضورؐ علیہ والسلام کے ساتھ تقریباً ساری جنگوں میں حصّہ لیا۔ وہ صرف غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت امام مالکؒ کا حضور اکرم صلعم سے محبت و عشق کا یہ درجہ تھا۔ ساری عمر مدینہ منورہ میں حضورؐ کے روضہ مبارک کے سامنے بیٹھ کر حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسی وجہ سے صرف ایک مرتبہ حج کرنے گئے کہ کہیں مدینہ سے باہر موت نہ آجائے۔ کیا اس قسم کے لوگ حضورؐ کے ارشادات میں کجروی سے کام لے سکتے ہیں ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کو بالکل صحیح طور پر تابعین سے نقل کیا۔ تابعین نے تبع تابعین کے پاس اور اسی طرح ہوتے ہوتے یہ احادیث ہم تک پہنچ گئیں۔ یہ وہ مجموعہ ہدایت ہے۔ جس کو مشعل راہ بنا کر ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے اور منکر حدیث کو ہدایت فرمائے۔ حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو منکر حدیث ہے۔ وہ منکر قرآن ہے۔ جو منکر قرآن ہے۔ وہ خارج از اسلام ہے۔ یعنی بے ایمان ہے۔

خطبہ یوم الجمعہ ۱۴ر ذی قعد ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۰ر اپریل ۱۹۶۲ء

یہ خطبہ جمعہ بھی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ تحریر فرمودہ ہے جسے اس جمعۃ المبارک کو احقر نے دوبارہ پڑھ کر سنایا۔ گاہے گاہے باز خواں ....

(احقر عبید اللہ انور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

انسانوں کی پانچ قسمیں

تینؔ کے لئے نہ شفاعت نہ نجاۃ
دوؔ کے لئے شفاعت اور نجاۃ ہے

پہلی قسم شرک

قولہ تعالیٰ:- اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝

(سورۃ النساء رکوع ۷)

ترجمہ۔ بیشک اللہ یہ نہیں بخشتا۔ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ اس نے بڑا طوفان باندھا۔

پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمدؒ کا حاشیہ

یعنی شرک کبھی نہیں بخشا جاتا۔ بلکہ اس کی سزا دائمی ہے۔ البتہ شرک کے نیچے جو گناہ ہیں۔ صغیرہ ہوں یا کبیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کی مغفرت چاہے۔ اس کے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے۔ کچھ عذاب دے کر یا بلا عذاب اس میں اشارہ اس کی طرف ہے۔ کہ یہود چونکہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں۔ اس لئے مغفرت کی توقع نہ رکھیں

پیشینگوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی ہے۔ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ

ترجمہ۔ تم ضرور پہلوں (یہود و نصاریٰ) کے طریقوں پر چلوگے۔ بالشت بھر بالشت۔ ہاتھ بھر ہاتھ (ناپ میں پورا اتروگے)

عبرت

حسب اعلان شیخ الاسلام جب یہود و نصاریٰ دین موسوی اور عیسوی کے حامل ہونے اور اپنی آسمانی کتابوں کے موجود ہونے کے باوجود شرک اور کفر میں مبتلا ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو۔ یہ بھی مسلمان کہلاتے ہوئے۔ قرآن مجید کو اپنے گھروں میں رکھتے ہوئے کہیں شرک اور کفر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ شیطان بڑے بڑے دینداروں کو شرک اور کفر میں مبتلا کر دیا کرتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ کبھی شرک میں مبتلا ہوگئے۔ تو یہود اور نصاریٰ کی طرح یہ بھی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائیں گے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

علاج

شرک اور کفر سے بچنے کے لئے فقط ایک علاج ہے۔ کہ اگر عربی دان ہے۔ تو خود قرآن مجید کو غور سے پڑھے اور اگر عربی دان نہیں ہے۔ تو پھر عالم قرآن کی صحبت میں لازمی طور پر نشست و برخاست رکھے۔ اس کے سوا توحید اور شرک ایمان اور کفر میں مکمل تمیز حاصل کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

اجمالی نقشہ

شرک کا اجمالی نقشہ فقط اتنا ہی ہے کہ انسان کو مخلوق ہونے کے لحاظ سے جو تعلق اپنے معبود حقیقی ہی سے رکھنا چاہئے۔ اسی قسم کا تعلق کسی دوسرے سے بھی رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق رکھنے سے تمام پہلوؤں پر روشنی فقط قرآن مجید ہی ڈالتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید پر جب تک خود غور نہ کرے یا کسی عالم قرآن کے دامن سے وابستہ نہ ہو۔ اس عنوان کے تمام پہلو اس کے سامنے آ ہی نہیں سکتے۔ اسی غفلت اور بے توجہی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ بہت سے مسلمانوں کے عقائد میں شرک پایا جاتا ہے۔ اور انہیں اس غلطی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان جان بوجھ کر شرک ہرگز نہیں کرتا۔ لیکن کیا اگر ایک چیز واقع میں شرک ہے اور اللہ تعالےٰ اس عقیدہ سے سخت ناراض ہو۔ تو کیا وہ شرک نہیں رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ خدا نخواستہ اگر ایک شادی شدہ عورت بدکاری کو بُرا نہیں سمجھتی تو کیا اس کا غیور خاوند بھی اس کی بدکاری پر راضی ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دوسری قسم "کافر"

قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۹)

ترجمہ۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے۔ ان پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں۔ سب کی لعنت ہے۔ اسی لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ وہ مہلت

دئے جائیں گے۔

کفر کی معنی

قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَھُمۡ کُفَّارٌ۔ الآیۃ سورۃ آل عمران رکوع ۹

ترجمہ۔ جو لوگ منکر ہوئے اور مر گئے منکر ہی۔ از شاہ عبدالقادر صاحبؒ

شریعت پر فیصلہ کرانے سے انکار کرنے پر آدمی کافر ہو جاتا ہے

قولہ تعالیٰ۔ وَیَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَمَاۤ اُولٰٓئِکَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَھُمۡ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ (سورۃ النور رکوع ۶)

ترجمہ۔ اور کہتے ہیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور ہم ان کے تابعدار ہیں۔ پھر اس اقرار کے بعد ایک جماعت ان میں سے پھر جاتی ہے اور وہ ایماندار نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ تو ایک جماعت ان میں سے منہ موڑ کر جانے والی ہوتی ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر فیصلہ کرانے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

نتیجہ

کفر کی معنی واضح کرنے کے لئے جو تین آیتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کے ماننے سے بھی انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف فیصلہ کرانے کے لئے بلایا جائے۔ اور شریعت پر فیصلہ کرانے سے انکار کرے۔ وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ زبانی دعویٰ اسلام کا پھر بھی کرتا رہے تمام مسلمانوں کو اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھتے رہنا چاہئے۔ کہ اسلامی خال و خط بگڑ تو نہیں گئے۔ اور یہ یاد رہے۔ قیامت کے دن کافر کے لئے نہ شفاعت ہے نہ نجات اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ وما علینا الا البلاغ

تیسری قسم

نفاق اعتقادی کے منافق

قولہ تعالیٰ۔ اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ وَاللّٰہُ یَشۡھَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۝ (سورۃ المنافقون رکوع ۱)

ترجمہ۔ جب تیرے پاس منافق آتے ہیں کہتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

قولہ تعالیٰ (وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّکُفۡرًا وَّتَفۡرِیۡقًۢا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ مِنۡ قَبۡلُ وَلَیَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰی وَاللّٰہُ یَشۡھَدُ اِنَّھُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ۝ (سورۃ التوبۃ رکوع ۱۳)

ترجمہ۔ اور جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے مسجد بنائی ہے۔ اور واسطے گھات لگانے ان لوگوں کے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے لڑ چکے ہیں۔ اور البتہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھی اور اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

نفاق اعتقادی کے منافق کیوں؟

گذشتہ آیات میں جن لوگوں کا ذکر آیا ہے یہ لوگ نفاق اعتقادی کے منافق کیوں ہیں؟ اس لئے بظاہر تو وہ اپنے آپ کو بار بار مسلمان ہی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ جھوٹے اس لئے ہیں کہ بظاہر اسلام کا دعوےٰ کرنے کے باعث معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے خیرخواہ ہیں اور ان کے افعال ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ چنانچہ آخری آیت میں ان کی نیت معلوم ہو چکی ہے کہ انہوں نے مسجد فقط اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بنائی ہے۔ اور کفر کی حمایت کے لئے بنائی ہے۔ اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے بنائی ہے اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے والوں کے لئے کمین گاہ بنائی ہے۔ ان ارادوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں اور دل میں اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔

عبرت

ہم مسلمانوں کو بھی منافقوں کے واقع سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اپنے ظاہر اور باطن کو اسلام کا بہی خواہ بنانا چاہئے تاکہ بارگاہِ الٰہی میں سچے مسلمانوں کی فہرست میں شمار کئے جائیں۔

چوتھی قسم۔ مومن مسلم

انسانوں کی چوتھی قسم مومن مسلم ہے اس قسم کے لئے دو صفتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں صفتوں کا مطلب عرض کیا جاتا ہے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تیرا اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے اور جو حکم ملے اس کی حسب توفیق تعمیل کرنے کا نام اسلام ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس شخص میں یہ دونوں صفتیں پائی گئیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوبارہ اٹھ کر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے پانی پی کر اور آپ کی شفاعت سے مشرف ہو کر سیدھا جنت میں داخل ہو جائے گا۔

ایمان دل میں ہوتا ہے

قولہ تعالیٰ:۔ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ (الآیہ)

سورہ حجرات ع ۲ - پ ۲۶

ترجمہ:۔ بدویوں نے کہا۔ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دو۔ تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

حاصل

یہ نکلا کہ ایمان اور چیز ہے اور اسلام اور چیز ہے یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے دل میں ایمان نہ ہو اور بظاہر

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ ولایت پر

عقیدت کے چند پھول

(۲)

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

جانشین شیخؒ صاحبزادہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کو اجازت تھی کہ بورسٹل جیل جمعہ پڑھا آیا کریں۔ کمال یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی مولانا صاحب بلا معاوضہ تبلیغی کام سرانجام دیتے۔ کسی طمع یا غرض کا سوال ہی نہ تھا۔ بلکہ دل میں اس قسم کا خیال لانا بھی گناہ سمجھتے۔ جیل میں بعض غریب قیدیوں کی جائز امداد بھی فرماتے۔ چھ میل کا فاصلہ سائیکل پر طے کر کے آتے۔ بظاہر یہ چیز شاید آسان معلوم ہو لیکن ۱۲ بجے گرمی میں چل کر آنا اور ۲ بجے واپس جانا کوئی معمولی کام نہیں۔

میں حضرت مرحومؒ کو مستجاب الدعوات بھی سمجھتا ہوں اور اس ضمن میں ایک واقعہ لکھتا ہوں جو آپ کی کرامت اور ولایت پر دال ہے۔ جذبات مقصود نہیں حقیقت مطلوب ہے۔

ہر اتوار کو حضرت مولانا صاحب کے درس میں شمولیت میرا معمول بن گیا تھا اور اسی طرح آہستہ آہستہ مجھے آپ کا قرب حاصل ہوتا گیا۔ اور آپ کی خاص نظر عنایت نے میرے حوصلے بڑھا دئیے۔ رسالہ "خدام الدین" کی افادیت اور آپ کی روحانی عظمت سے قائل ہو کر ایک دن میں نے علیحدگی میں عرض کیا کہ جناب جیل خانجات کی طرف توجہ فرمائیں جو معاشرتی معائب کے مراکز ہیں۔ وہاں اصلاح کی بڑی گنجائش ہے تاکہ جرائم بڑھنے نہ پائیں اور لوگ اصلاح پا کر نکلیں۔ کیونکہ مجرم لوگ اکثر حالات میں مذہب اور اخلاق سے بیگانہ ہو کر جرم کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے آپ نے میری رائے سے اتفاق کیا اور تمام جیلوں کے نام رسالہ "خدام الدین" جاری کرنے کو فرمایا۔ رسالہ دینی تعلیم اور طریق اصلاح کے آسان پہلو لکھنے کی وجہ سے تمام جیلوں میں بہت مقبول ہوا اور عام مطالعہ کے علاوہ جیلوں میں اکثر جگہ نماز جمعہ کے وقت اسی سے خطبہ جمعہ بھی سنایا جانے لگا۔ چنانچہ اکثر جیلوں میں ابھی تک یہ رسالہ جاری ہے اور قدر شناس لوگ اسے سرکاری یا ذاتی خرچ پر منگاتے ہیں اولاد کی تربیت کے سلسلے میں اور قیدیوں کی اصلاح کے لئے اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

۱۷ر ستمبر ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے میں نے عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلسلہ میں آپ سے بورسٹل جیل تشریف لانے کی درخواست کی۔ تھوڑی سی رد و کدح کے بعد بے حد مصروفیات کے باوجود آپ نے وعدہ فرمایا مگر جو شرائط لگائیں وہ من وعن لکھتا ہوں۔ حضرتؒ کا وہ خط بھی میرے پاس ہے اور اللہ والوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ رزق حلال اور صدق مقال کے کتنے پابند ہوتے ہیں۔ حضرتؒ کے ہاں رزق حلال کی پابندی سب پر عیاں ہے۔ آپ کے خط کی عبارت سے بھی ظاہر ہے جو آپ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائی۔

محترم المقام حافظ محمد امین صاحب

از۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ

"السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ انشاء اللہ کل صبح ۱۷ر ستمبر ۱۹۵۹ء بوقت ۸ بجے بورسٹل جیل کی ڈیوڑھی پر پہنچ جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے ہاں فقط ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکوں گا۔ چائے وغیرہ کا کوئی انتظام نہ کریں۔ احباب سے کچھ نصائح عرض کر کے واپس آ جاؤں گا۔" فقط زبانی پیغام تھا کہ سواری کا بندوبست بھی نہ کریں۔ ہم خود آ جائیں گے۔

آپ عین وقت مقررہ پر تشریف لائے ہیں بمعہ افسران جیل چشم براہ تھا۔ قیدی سکول کے ہال میں جمع تھے۔ اور معززین بھی تشریف فرما تھے۔ خود حضرتؒ نے ایک گھنٹہ تک علم و عرفان کی بارش برسائی اور سب خورد و کلاں محظوظ اور مستفید ہوئے۔ خطبہ استقبالیہ شیخ اکرام علی صاحب سابق آئی، جی جیلخانجات نے پڑھا جس میں آپ نے مولاناؒ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کی دینی خدمات اور روحانی عظمت کو سراہا۔ اور فرمایا کہ میں بچپن میں اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ میں پڑھا کرتا تھا اسی وقت سے مولانا صاحبؒ کا درس کافی مشہور ہے۔

تقریب کے مطابق حضرت مولاناؒ نے آیت وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ پڑھی۔ ترجمہ اور تفسیر کے بعد فرمایا کہ مجھے از حد مسرت حاصل ہوئی کہ قیدیوں اور افسروں میں بھی جذبۂ ملی موجود ہے۔ جو اصلاح احوال کے لئے اشد ضروری ہے۔ مگر فرمایا کہ صحیح میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہے کہ ہر وقت میلاد ہوتا رہے اور ۲۴ گھنٹے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا اسوۂ حسنہ پیش نظر رہے۔ اور زندگی کے ہر لمحہ میں رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی اپنائی جائے۔ در اصل میلاد یہ ہے

مسلمان نظر آئیے۔

پانچویں قسم۔ مومن فاسق

مومن فاسق کے دل میں ایمان تو کامل ہوتا ہے۔ البتہ احکام الٰہی کی تعمیل میں سستی کرتا ہے اور انکار کسی چیز کا نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف فرما دے تو سیدھا بہشت میں بھیج دے۔ تو قادر ہے۔ اور اگر اپنے انصاف کے قانون کے لحاظ سے گرفت کرے اور دوزخ میں بھیج دے تو سزا بھگتنے کے بعد بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکال کر بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔

کس قسم میں

ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ غور کر کے دیکھے کہ کس قسم میں داخل ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

اور یہی منشائے ایزدی ہے کہ اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی ہمارے رگ و ریشہ میں چوبیس گھنٹے رچی رہے۔ پھر درود شریف کے فضائل بیان فرمائے اور سب کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

سپرنٹنڈنٹ۔ ڈسٹرکٹ جیل آپ کے خطبہ سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کو اپنے ہاں ڈسٹرکٹ جیل لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے از راہِ دلداری منظور فرما لیا اور ہم پانچ منٹ میں وہاں پہنچ گئے تمام قیدی بڑ کے درخت کے نیچے جمع تھے آپ نے نصف گھنٹہ وعظ فرمایا اور عام فہم الفاظ میں قرآن اور احادیث نبویہ بیان فرمائیں۔ جس سے سب کے ایمان تازہ ہوئے۔ پھر مولانا محی الدین صاحب قصوری نے نصف گھنٹہ ڈسٹرکٹ جیل میں تقریر کی اور سنتِ یوسفیؑ کی تشریح فرماتے ہوئے کہا کہ جو بے گناہ لوگ غلطی سے مجرم قرار دئے جا چکے ہیں وہ فخر کریں کہ ایک اللہ کا پیغمبر راضی برضا ہو کر ناحق سزا میں جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں جا بیٹھا لہذا صحیح معنوں میں سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوں۔ اور جو لوگ کئے ہوئے عمل کی پاداش میں آئے ہیں وہ مایوس نہ ہوں کیونکہ مایوسی گناہ ہے ان کے لئے توبہ اور رحمتِ ایزدی حاصل کرنے کا بہترین موقعہ بھی یہی ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ مَیں خود جیل میں رہ چکا ہوں اور جو نظارے جیل کی کوٹھڑیوں میں ملتے ہیں وہ باہر کئی سالوں کی عبادت سے بھی نصیب نہیں ہوتے۔ پھر آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ دیا کہ ان پر بھی یہی حالت گذری جب آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظربند رکھا گیا تو آپ پر بڑے الہامات اور مکاشفات کا ظہور ہوا۔ پس قیدیوں کو چاہیئے کہ اپنے دل کی دنیا تبدیل کریں۔ ذہنوں میں انقلاب پیدا کر کے رُوٹھے ہوئے خدا کو منائیں اور توبہ کر کے اس طرح پاک ہو جائیں جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

اس دَوران میں حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کی خواہش ایک سزائے موت کے قیدی نے سپرنٹنڈنٹ تک پہنچائی۔ حضرتؒ اُس کی دلداری کے لئے پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچ گئے۔ سپرنٹنڈنٹ اور مَیں بھی ساتھ تھے۔ کوٹھڑی والے نے دعا کی التجا کی۔ آپ نے اُسی وقت ہاتھ اٹھائے اور نہایت محویت سے دعا فرمائی اور چند منٹ کے بعد آپ گھر واپس تشریف لے آئے۔

دعا کا اثر صاحبِ دعا کی روحانی عظمت، مجیب الدعوات کی رحمت اور شانِ کریمی پر منحصر ہے۔ خدا تعالےٰ کی شانِ رحمت تو "ورحمتي وسعت كل شيئ" اور الفاظ الرحمٰن الرحیم سے بھی واضح ہے اور صاحب دعا کی روحانی عظمت خط کی عبارت اور خود دعا کے نتائج سے ظاہر ہے۔

آپ یقین کیجئے کہ جس وقت دعا ہو رہی تھی کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ اس کی رہائی کا بھی کوئی سبب ہو سکتا ہے دعا کرانے والے کی سب اپیلیں خارج ہو چکی تھیں۔ اور سزائے موت کی تاریخ کا انتظار تھا۔ مگر عین چالیس دن بعد ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو گورنمنٹ کی طرف سے ایک خسروانہ فرمان نکلا کہ "یوم انقلاب" کی خوشی میں تمام پھانسی والوں کی سزائے موت معاف کی جائے۔ بے شک ہم اسے حکومت کی مہربانی کہیں گے۔ لیکن یاد رکھئے خدا مسبب الاسباب ہے اور دعا سب سے بڑا سبب ہے جو تقدیر تک کو بدل دیتا ہے۔ اور دراصل ایسی دعا بھی مقدّر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک یہ سب ایک مردِ درویش (حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ) کی دعا کی برکت تھی۔ کہ ایک کیا حضرت کی دعا سے خدائے قدوس نے سب سزائے موت والوں کو زندگی بخش دی۔

"واقعی آپ مستجاب الدعوات سے"۔

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اُولٰئِكَ هُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

دعا ہے خداوند کریم ہم سب مسلمانوں کا انجام بخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین!

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگاہ کی تیغ بازی وہ سپاہ کی تیغ بازی

قلم میں دوزخ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی۔ جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور

ہر حاکم چھوٹا ہو یا بڑا، ہر ایڈیٹر، ہر مضمون نگار اور یونین کونسل کے چیرمین اس گھمنڈ میں ہونگے کہ ہمارا قلم عزت و دولت اور اقتدار و حکومت کا کیمیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ تم پھر بندے ہو، خدا نہیں ہو اور خدا خدا ہے تمہارا بندہ نہیں ہے۔ تمہارے قلم کی ہر وہ جنبش جو خدا کے حکم کو زیر کرنے یا اس کے خلاف کرنے کی طرف ہے دوزخ کے طوفان خیز شعلوں سے لبریز ہے۔

مرنا ہے، پیش ہونا ہے۔ عملنامہ لکھنے والے سی، آئی، ڈی ذرہ ذرہ پیش کرنے والے ہیں۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنانے کے کارنامے اور مظلوم ماتحت یا ناواقف لوگوں کی بدعملیوں، بدکرداریوں، حرامکاریوں اور حرامخوریوں کے دفتر کے دفتر جو تمہاری جنبش قلم سے وجود میں آئے تھے سامنے رکھے ہوں گے۔ جواب نہ بن پڑیگا، خود کا لکھا سامنے ہوگا، اپنے قلم سے اپنے لئے دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ نہ سعی و سفارش کی گنجائش ہو گی۔ اور نہ نفسی نفسی میں صاحب حق سے معافی کی توقع۔

سوچئے، تنہائی میں سوچئے۔ مرنے کے یقین اور پیشی کی حقیقت کو سامنے رکھ کر سوچئے۔ نتائج اور انجام کو سوچئے۔ اور خوب سوچئے کہ جو قلم ہزاروں دوزخیوں کو لے کر ہاتھ میں آرہا ہے کیا کوئی سبیل ہے کہ اس میں سے بجائے دوزخ کے جنت پیدا ہو سکے؟

درخواست:- جو صاحب یہ مضمون مطبوعہ یا غیر مطبوعہ پڑھیں۔ کم سے کم کسی ایک اہل قلم کو نقل کر کے بھیج دیں ممکن ہے اصلاح و ثواب کا ذریعہ بن سکے۔

قاری فیوض الرحمن صدر مدرس جامع مسجد حویلیاں سٹیشن (ہزارہ)

تبلیغِ دین کی ضرورت

تبلیغ و اشاعت مومن کا خاصہ ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (سورہ لقمان)

ترجمہ:۔ "اور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکتے رہو"

یہ حکم تمام اسلامی تعلیم کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (سورہ آل عمران)

ترجمہ:۔ "تم بہترین امت ہو جو نوع انسانی کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ تمہارا فریضہ زندگی یہ ہے کہ تم نیکیوں کا حکم کرو۔ اور برائیوں سے روکو"

یہ فریضہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ تمام نوع انسانی کو حاوی ہے۔ حکم ہے کہ دنیا کے جس حصہ، جس قوم، جس ملک اور جس مذہب و ملت میں برائی دیکھو اُسے روکو اور اُس کی جگہ بھلائی کا حکم کرو۔ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظالم حکمران کے سامنے سچی بات کا اعلان کرنا بہترین جہاد ہے (بخاری شریف جلد دوم) نیز آپ نے فرمایا نیکی کی راہ بتلانے والا مثل اُس کے کرنے والے کے ہے اور آپ نے فرمایا برائی کو جہاں دیکھو ہاتھ سے مٹا دو اگر یہ نہ کر سکو تو زبان سے مٹاؤ اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو کم از کم اُسے دل سے تو بُرا جانو اور یہ کمزور تر ایمان ہے (مشکوٰۃ)

اور فرمایا نیکی کو پھیلانے والا نبیوں کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے آخری حج کے خطبہ میں فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً۔

ترجمہ:۔ مجھ سے جو تم کو ملا ہے اُس کو دوسروں تک پہنچاتے رہنا۔ اگرچہ ایک حرف ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری شریف)

اپنی اصلاح کی تاکید

دوسروں کو بھلائی کا حکم دینے سے پہلے خود اپنی اصلاح نہایت ہی ضروری ہے۔ جب تک اپنی اصلاح نہ ہوگی دوسرے پر تبلیغ کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ اسی لئے قرآن پاک نے فرمایا:۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ۔ (سورہ بقرہ)

ترجمہ:۔ کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنی اصلاح کو بھولے ہوئے ہو۔ حالانکہ کتاب میں پڑھتے بھی ہو کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

اپنے قول کے ساتھ فعل کی مطابقت ضروری ہے۔ قرآن مجید نے تاکیداً اسی مضمون کو بیان فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (سورہ الصف)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جو کچھ کر کے نہیں دکھاتے وہ کہتے کیوں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ چیز بڑی قابل نفرت ہے کہ وہ کچھ کہو جو کرتے نہیں ہو۔

یعنی تمہارے قول و فعل میں ہمیشہ ہم آہنگی اور مطابقت ہونی چاہئے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اگر کوئی شخص آپ سے کسی اچھی بات کے کرنے کے لئے کہے یا بُری بات سے روکے تو اُسے یہ جواب نہ دینا چاہئے کہ میاں تمہیں ایسا کہنے کا کیا حق حاصل ہے۔ پہلے اپنی حالت درست کرو۔ اس میں تو شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ کہنے والے کو پہلے خود عمل پیرا ہونا چاہئے لیکن اس کا بے عمل ہونا آپ کے جواب کے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔ آپ تو اس طرف غور کیجئے کہ جس بات کی وہ تلقین کر رہا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہے تو اس پر عمل پیرا ہو جائیے اور اُسے بھی سمجھائیے کہ وہ خود بھی اس پر عمل کرے اُس کا بےعمل ہونا اس کے لئے ہی باعث نقصان ہے۔ آپ کا مان لینا اور عمل کرنا آپ کے لئے نفع کا باعث ہوگا آپ یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ چونکہ وہ بےعمل تھا اس لئے آپ پر اُس کی بات کا ماننا فرض نہ تھا۔ مثال کے طور پر اگر آپ سو رہے ہوں اور کوئی بے نماز آپ کو یہ کہہ کر جگائے کہ بھائی آذان ہو رہی ہے اُٹھو نماز کے لئے تیاری کرو تو کیا آپ یہ کہہ کر پھر سو جائیں گے کہ بے نمازوں کو جگانے کا حق حاصل نہیں ہے۔

ایک موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ اُس بندے کو آباد و شاداب فرما دیں جس نے میری باتوں کو سُنا اور یاد کیا۔ اور اسی طرح دوسروں کو پہنچا دیا جیسا اُس نے سنا تھا (ترمذی شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ خدا کی راہ میں بغرض تبلیغ یا جہاد نکلنا صبح کو یا شام کو، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

باقی ۱۲

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

کعبہ کی فضیلت اور تاریخ

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بزرگی کا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنایا ہے

کعبہ شریف دینی اور دنیاوی دونو حیثیت سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔ حج و عمرہ تو وہ عبادات ہیں۔ جن کا ادا کرنا براہ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے۔ لیکن نماز کے لئے بھی استقبال قبلہ شرط ہے۔ اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادات کے قیام کا سبب ہو گیا پھر حج وغیرہ کے موقعہ پر تمام بلادِ اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی، سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کرتے ہیں۔ اُس جگہ کو حرم آمن بنایا۔ اس لئے انسانوں بلکہ بہت جانوروں تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جب کہ ظلم و خونریزی اور فتنہ و فساد محض معمولی بات تھی۔ ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض (چھیڑ چھاڑ) نہ کر سکتا تھا

مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ اس وادی غیر ذی زرع میں اتنی افراط سے سامان خورد و نوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ سب حیثیات قیاماً للناس میں معتبر ہو سکتی ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ علم الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا۔ کہ نوع انسان کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹیگا۔ اور مصلح اعظم سیّد کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولدُ مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہان میں اسی خاک پاک کو حاصل ہوگا۔

دلوں کو مرکز مہر و فا کر
حریم کبریا سے آشنا کر (اقبالؒ)

ان سب وجوہ سے کعبہ کو قیاماً لِلنّاس کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ کعبہ تمام رُوئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق تکمیل روحانیت اور علوم ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ محققین کے نزدیک قیاماً للناس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کعبہ شریف کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقاء کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اُسی وقت تک ہے۔ جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے۔ جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہوگا۔ کہ کارخانۂ عالم کو ختم کیا جائے۔ تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں۔ اُٹھا لیا جائے گا۔ جیسا کہ بنانے کے وقت بھی زمین پر سب سے پہلا مکان یہی بنایا گیا تھا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ الخ پ۴ ع ۱۔

بخاری کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک سیاہ فام حبشی (جسے ذوالسّویقتین کے لقب سے ذکر فرمایا ہے) عمارت کعبہ کا ایک ایک پتھر اُکھیڑ کر ڈال دے گا جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام رکھنا منظور ہے۔ کوئی طاقتور سے طاقتور قوم جس کا مقصد کعبہ کو گرانا ہو۔ اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اصحاب فیل کا قصہ تو ہر شخص نے سنا ہے۔ لیکن اُن کے بعد بھی ہر زمانہ میں کتنی قوموں اور شخصوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں۔ اور باندھتے رہے ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے۔ کہ باوجود سامان و اسباب ظاہرہ کے فقدان کے آج تک کوئی شخص اس ابلیسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور نہ ہو سکے گا اور جب عمارت کعبہ کے گرا دینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہے گی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آپہنچا دنیا کی حکومتیں دارالسلطنت اور قصرشاہی کی حفاظت کے لئے لاکھوں سپاہی کٹوا دیتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی خود ہی قصرشاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرانا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اُس کے گرانے کا کام لے لیا جاتا ہے۔

(حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا پ۱ ع ۱۵

ترجمہ۔ اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے واسطے اجتماع اور امن کی جگہ مقرر کیا۔

یعنی ہر سال بغرض حج وہاں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور جو وہاں جا کر ارکانِ حج بجا لاتے ہیں۔ وہ عذاب دوزخ سے مامون ہو جاتے ہیں۔ یا وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔

تفسیر۔ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے ثواب حاصل کرنے

علیہ وسلم نے کہ جس کے قدم خدا کی راہ میں گرد آلود ہوئے ہوں وہ ہرگز ہرگز جہنم میں نہ جائیگا۔
(فتح الباری)

پس مسلمانوں کو اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنا چاہئے۔ اور جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، جس حالت میں بھی ہو اُسے دین کی تبلیغ و اشاعت میں لگ جانا چاہئے۔ اس سے خدا نہ صرف تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے بچائے گا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق آباد و شاداب بھی کر دے گا۔ پھر آبادی صرف دنیاوی نہ ہوگی بلکہ دنیا و آخرت دونوں کی آبادی و شادابی ہوگی جس کے سامنے ہر قسم کی دولتیں ہیچ ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ قریب ہے کہ خدا تعالےٰ عذاب بھیجیں پھر تم دعا کرو اور وہ سنی نہ جائے
(ترمذی شریف)

ہمارا فرض ہے کہ دین کی تبلیغ کی طرف ہر دم متوجّہ رہیں اور دین کے دشمنوں کے مکر و فریب اور چالبازیوں سے باخبر رہیں — انشاء اللہ اُس کی نُصرت اور تائید ہمارا ساتھ دے گی اور دشمن تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں تبلیغ کرنے کی توفیق بخشیں اور عمل کرنے کی بھی طاقت عنایت فرمائیں۔

کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا ہے۔ ہم نے جو اس گھر کے بنانے کا حکم دیا تھا۔ تو نماز، طواف و اعتکاف اور عبادت الٰہی کے لئے حکم دیا تھا۔ نہ یہ کہ اس میں بت رکھ کر اُن کی پرستش کی جائے۔

خدا نے اہل ایمان کے دلوں میں خانہ کعبہ کا شوق جذب مقناطیسی کی طرح ڈال دیا ہے۔ اس لئے لاکھوں آدمی دور دراز سے وہاں آتے ہیں۔ اور یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا اثر ہے۔

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ پ۱۳ ع۱۸

ترجمہ۔ تو بعض لوگوں کے دل ان کی طرف مائل رکھ

یہاں آکر ثواب آخرت نصیب ہوتا ہے

مقام ابراہیم

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى پ۱ ع۱۵

ترجمہ۔ اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔

مقام ابراہیم بقول ابن عباسؓ وہ پتھر ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیمؑ کعبہ کی دیواریں چنتے تھے۔ اور جوں جوں دیواریں بلند ہوتی جاتی تھیں۔ وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا تھا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ نیچے سے پتھر اور گارا دیتے تھے۔ اور قبولیت کے لئے دعا کرتے جاتے تھے۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ کے پاؤں کا نشان بھی تھا۔ جو لوگوں کی کثرت سے ہاتھ پھیرنے کی وجہ سے اب بخوبی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ پتھر جناب رسول خدا اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں کعبہ سے متصل تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو سیلاب آیا۔ تو اس میں یہ پتھر بہہ گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کو منگوا کر کعبہ کے پاس ایک جگہ رکھ دیا۔ اور اس کے اردگرد پتھروں کی دیوار چن دی۔ چنانچہ اب تک وہ پتھر وہیں ہے۔ اور اس کے گرد اگرد جالیاں بنی ہوئی ہیں۔ امام اعظم اور امام شافعی وغیرہما علما یہ فرماتے ہیں۔ کہ طواف کعبہ کے بعد اس پتھر کے سامنے دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے۔ چونکہ یہ پتھر مبارک ہے اس لئے ایسے مقامات پر یا اس کے متصل عبادت الٰہی کرنا باعث قبولیت ہے۔ یہ دو رکعت نفل امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہیں۔

یہ جگہ خدا کی تجلیات و برکات کی مظہر ہے۔ ایسے مقامات کی محبت اور عظمت اُسی کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں پڑ جاتی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی غیرت الٰہی ایسے مقامات کی گستاخی کرنے والوں کو سزا بھی دے دیتی ہے۔ کہ جس سے لوگوں کے دلوں میں ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے عہد سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بلکہ اب تک لوگوں نے بار بار ان باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ اُساف اور نائلہ دو مرد و عورت تھے۔ انہوں نے اس جگہ حرکت بیجا کی اُس کی شامت سے پتھر ہو گئے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں اُن کی مسخ شدہ صورت کعبہ کے دروازہ پر عبرت کے لئے کھڑی کر رکھی تھی۔ اسی طرح ابرہہ ہاتھی لے کر کعبہ کو گرانے آیا مع لشکر ہلاک ہوا۔ ان وجوہ سے عرب مشرکین بھی اس گھر کی تعظیم کرتے تھے اور ایام حج میں کوئی کسی کو مارتا لوٹتا نہ تھا۔ بلکہ شہر مکہ کی بھی عزت وحرمت کرتے تھے۔ اس لئے اس جگہ کو خدا نے امن کی جگہ فرمایا۔

کعبہ کی اصلیت

واضح ہو۔ کہ خدا نے انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں۔ ایک عقل دوسرے شوق ومحبت یہ دونو قوتیں اس کے لئے بمنزلہ دریاؤں کے ہے۔ جو اُس کو منزل مقصود تک پہنچاتی ہیں۔ نہ تنہا عقل کافی ہے نہ تنہا شوق، طریق انبیاء اور طریق حکماء میں یہی فرق تو ہے۔ کہ حکماء صرف عقل کے پابند ہیں۔ انبیاء عقل کے ساتھ شوق سے بھی کام لیتے ہیں۔ جو منازل عقل سے سالہا سال میں طے نہیں ہوتے اُن کو شوق یا عشق دم بھر میں طے کرا دیتا ہے نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذہب میں جس قدر عقل کو معتبر رکھا ہے اُسی طرح عشق پر بھی مدار رکھا ہے۔ اگر آپ بغور دیکھیں گے۔ تو ہر عبادت اسلامیہ کو دونوں اجزا سے مرکب پائیں گے۔ نماز میں اُس کی ثنا و صفت سوال استغاثت کے متعلق ہیں۔ اُس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا دست بستہ کھڑے ہونا شوق کے متعلق ہے۔ اسی طرح حج میں اُس کی ثنا و صفت دُعا و استغفار عقل کے متعلق ہے عاشقانہ ہیئت بنا کر جس کو احرام کہتے ہیں۔ اُس کے گھر کے اردگرد قربان ہونا منیٰ اور عرفات وغیرہا مقامات میں باآواز بلند لبیک پکارنا حضرت عشق کا جلوہ ہے مگر کلام اس میں ہے۔ کہ اس مکان کو حج و جہت نماز کے لئے کیوں مخصوص کیا۔ سو اس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ مسجد اُن بزرگوں کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ نے تعمیر کرائی ہے جو تمام بنی آدم اور کل موحدین کے پیشوا ہیں۔ یعنی حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہا السلام پس جو یہاں آسکے اُس کے لئے ضرور ہے۔ کہ آکر خدا تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دُعا واستغفار کرے۔ کیونکہ ایسے معابد کا مشاہدہ ان بزرگوں کے گزرے ہوئے واقعات کی یادگاری کے لئے بڑا بھاری وسیلہ ہے اور ان واقعات کا دل پر نقش حجر ہونا ان کی پیروی کرنے کا سبب ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ ہر جگہ کی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ دیکھئے جس جگہ خدا کے نافرمانوں کا مجمع ہوتا ہے۔ وہاں مدتوں تک قہر کے آثار نمایاں رہتے ہیں۔ اور فرمانبرداروں پر آثار رحمت نمایاں رہتے ہیں۔ اسی لئے جنگ تبوک میں جب نبیؐ اور صحابہ کا اُن بستیوں کے پاس سے گزر ہوا۔ کہ جن کو خدا نے برباد کیا تھا تو فرمایا کہ یہاں سے جلدی نکل چلو۔ پس جس جگہ اُس کے مقدس لوگوں نے اس پر جان فدا کی ہو اور وہاں اُس کی تجلیات اور نزول برکات کا بھی ازحد ظہور ہو

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ کعبہ چونکہ اسلام کا مبدأ ہے۔ اور ملت اسلامیہ کا حیز طبعی اور ہر چیز کا اپنے مبداء اور حیز طبعی کی طرف میلان امر طبعی ہے۔ پس اسلام کو ادھر رجوع کرنا ضرور ہوا۔ منجملہ اور دینیات کے حج اور نماز اسلام کے رکن ظاہر ہیں بخلاف روزہ اور کلمہ کہنے اور زکوٰۃ دینے کے اور زیادہ تر ہر مذہب سے امتیاز انہیں دو باتوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے ان دونوں چیزوں کا کعبہ کی طرف رجوع ہونا ضرور ہوا مگر چونکہ پانچ وقت نماز کعبہ کے پاس پڑھنا نہایت مشکل امر تھا۔ اس لئے اس میں حتی المقدور اس کی طرف منہ کرنا ہی کافی سمجھا گیا۔ اور حج چونکہ عمر میں ایک بار ہوتا ہے۔ تو یہ بغیر کعبہ کے جائے

مولانا عبداللہ صاحب قاسمی (فاضل دیوبند)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی تبلیغی خدمات

سیّدنا حضرت عثمان غنی رضؓ

آپ عرب کے بڑے دولت مند تاجر تھے۔ آپ کی غیر معمولی تجارت اور دولت کے باعث آپ کو غنی کے خطاب سے نوازا گیا۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ کی تلقین اور ہدایت سے آپ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ تو اپنے مال و دولت سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچایا۔ خصوصاً غزوہ تبوک کے موقع پر جب کہ مسلمانوں کو عسرت اور تنگی نے پریشان کر رکھا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ستر گھوڑے، ایک ہزار اونٹ اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مسرور تھے کہ دیناروں کو اچھال کر فرماتے تھے۔

مَا ضَرَّ عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ۔

یعنی عثمان کا کوئی فعل آج کے بعد ان کو ضرر (نقصان) نہیں پہنچائے گا

حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کی فراخدلی اور فیاضی مذہب کی خدمت اور اشاعت تبلیغ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کو تبلیغ سے اس قدر لگاؤ تھا۔ کہ اسیران جنگ کے سامنے اسلام کی حقیقت اور صداقت اور اس کی خوبیاں ظاہر کرکے اسلام کی طرف مائل کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ بہت سی روم کی باندیاں اسیر ہوکر آئیں۔ تو حضرت عثمانؓ بذات خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت پیش کی جس پر دو عورتیں اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئیں۔

ایک طرف آپ کا یہ عمل تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے سامنے مسائل فقہ کا بیان کرنا اور عملاً اس کی تعلیم دینا آپ کا ایک تبلیغی اور مذہبی مشغلہ تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگوں کے سامنے وضو کرکے ظاہر کیا۔ کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا یہ کارنامہ نہایت شاندار ہے۔ کہ قرأت قرآن کے اختلاف کو مٹا کر عہد صدیقی کے مرتب و مدون کئے ہوئے نسخہ کی اشاعت کی اور اس کے علاوہ تمام مختلف مصاحف کو پڑھنے کی سخت ممانعت کردی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ اس وقت ایمان لائے جب کہ دس سال کے تھے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے۔

نوخیزی اور کمسنی کے عالم میں کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ جاتے اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر ان کا حلیہ بگاڑتے اور عیب دار کر دیتے تھے۔ اسی طرح حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرنے کے لئے مجمعوں میں تشریف لے جاتے تو کبھی کبھی آپ کے ہمراہ ہو جاتے تھے۔

طبری اور مسند بن حنبل کی روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا تبلیغ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم ملا تو آپ نے ایک مرتبہ اپنے خاندان کے افراد کو دعوت دی جس کا انتظام آپ نے حضرت علیؓ کو سونپا یہ حضرت علیؓ کی لیاقت اور صلاحیت کی بات تھی۔ کہ باوجودیکہ آپ کی عمر اس وقت چودہ پندرہ برس کی تھی۔ بہترین انتظام کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے خطاب کیا۔

اے بنی عبدالمطلب! میں تمہارے سامنے وہ نعمت (دعوت اسلام) پیش کر رہا ہوں۔ جو دنیا اور آخرت کی نہایت عمدہ نعمت ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون ہے۔ جو میری حمایت اور اعانت کا بیڑا اٹھائے۔

اس بارگراں کو اٹھانے اور قبول کرنے کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوا۔ البتہ صرف حضرت علیؓ نے جان بازی کے لہجے میں عرض کیا۔ گو میں کمسن ہوں سب سے چھوٹا ہوں، اگرچہ آشوب چشم کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں (لیکن مجھ کو اس کی پروا نہیں) میں آپ کا معاون اور مدد گار ہوں گا

یہ حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ نے ہمیشہ فدویت اور جانثاری کا مظاہرہ کیا جس کے شاہد غزوات اور متفرق واقعات ہیں جہاں تک آپ کی تبلیغی خدمات کا تعلق ہے۔ اگرچہ اپنی طفولیت کے باعث ابتداءً کوئی خدمت انجام نہ دے سکے۔ مگر بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ تبلیغی خدمت بھی انجام دی ہے۔ یہ بات تو اپنی جگہ طے ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے آہستہ آہستہ اپنے خیالات کو پھیلانا شروع کر دیا تھا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ جو ہادی اسلام کی حقیقت حال جاننے کے لئے مکہ آئے تھے ان کی رسائی بارگاہ رسالت میں حضرت علیؓ کی رہنمائی میں ہوئی اور وہ مسلمان ہوگئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن بھیجا۔ تاکہ وہاں جاکر اسلام کی دعوت دیں۔ وہاں قبیلہ ہمدان بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جب حضرت علیؓ نے حضور کا نامۂ مبارک سنایا اور اسلام کی تبلیغ کی تو خدا کی شان کہ ایک ہی روز میں قبیلہ کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے۔ اس کی اطلاع بارگاہ رسالت میں بھیجی۔ تو حضور پُرنور نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ ہمدانیوں پر سلام ہو

اس قبیلہ کو حضرت علیؓ سے اور حضرت علیؓ کو اس قبیلہ سے بڑی انسیت تھی اس قبیلہ کی جاں نثاری اور فداکاری پر حضرت علیؓ مرتضیٰ یوں فرماتے تھے

فَلَوْ كُنْتُ بَوَّابًا عَلٰى بَابِ جَنَّةٍ
لقلت لهمدان ادخلوا بسلام

ترجمہ۔ اگر میں جنت کے دروازہ کا دربان ہوں تو قبیلہ ہمدان سے کہوں۔ کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اس قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کے بعد دوسرے قبائل یکے بعد دیگرے اسلام سے مشرف ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے مسلمان ہونے پر سجدہ شکر ادا فرمایا۔

بقیہ خراج عقیدت صفحہ ۵ سے آگے

استخلاص ہند کے لئے تجویز فرمایا تھا۔
رولٹ ایکٹ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مدرسہ نظارۃ المعارف کے قیام سے مقصود ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی ولولہ، جنگی جوش پیدا کرنا اور ان کو فریضہ جہاد کی ادائیگی پر آمادہ کرنا تھا۔ حضرت مولانا محمود الحسن کا اصل پروگرام یہ تھا کہ اسلامی طاقتوں کا زبردست حملہ ہندوستان پر ہو۔ اور جسے ہندوستانی مسلمان اندرونی بغاوت سے تقویت پہنچائیں۔

جب شیخ الہند نے مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل میں، مولانا احمد علی کو دہلی میں تعینات فرمایا تو خود تحریک کے مجوزہ مرکز حجاز تشریف لے گئے۔ مولانا محمد میاں انصاری تحریک کے رابطہ افسر ہونے کے علاوہ ہندوستان، آزاد قبائل اور افغانستان میں تحریک آزادی کے نقیب اور محرک پائے۔ ۱۹۱۶ء تک حضرت شیخ الہند اپنی تحریک کی تائید میں غازی انور پاشا وزیر جنگ ترکیہ جمال پاشا کی نگرانی جنوبی و مغربی محاذ جنگ یعنی سویز، سینا اور حجاز کے کمانڈر غالب پاشا گورنر حجاز کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اور ہر سہ اکابر نے بلاد ہند، آزاد قبائل اور افغانستان کے باشندگان کے نام برطانیہ کے برخلاف جہاد برپا کرنے

صحابہ کی تبلیغی خدمات بقیہ صفحہ ۱۳ سے آگے

۷ھ خیبر پر لشکر کشی ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا جانے سے قبل حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا جاتے ہی قتل و قتال شروع کردوں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہاں جاکر پہلے اسلام کی دعوت دو۔ کیونکہ اگر تمہاری کوشش سے ایک شخص بھی مسلمان ہوگیا۔ تو یہ تمہارے لئے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے لان یھدی اللہ منک رجلاً خیرلک من الدنیا وما فیھا یعنی دعوت اسلام میں یہ منفعت ہے کہ، تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو حق تعالیٰ ہدایت کردے تو وہ تمہارے لئے دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

دوسری روایت میں یوں آتا ہے۔

لان یھدی اللہ بک رجلاً خیرلک من حمر النعم۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے۔ تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ واضح رہے کہ عرب میں اونٹ مالیت کا درجہ رکھتے تھے۔

کے اعلانات و اپیلیں جاری کیں حضرت مولانا محمد میاں انصاری ۱۹۱۶ء میں یہ پیغامات لے کر حجاز سے ہندوستان اور افغانستان کی جانب روانہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان، قبائلی علاقہ اور افغانستان میں نہایت وسیع پیمانہ پر اس اعلان جہاد پر ترسیل کی۔ مولانا محمد میاں کے پیغامات اور اعلان نامے زرد ریشمی کپڑے پر نہایت صاف اور خوشخط تحریر تھے۔ تحریک کے تمام کارکن آپس میں پیغامات بھی زرد ریشمی رومالوں پر تحریر کرکے ارسال کرتے۔ ۸ رمضان المبارک بمطابق ۹ رجولائی ۱۹۱۶ء کو مولانا محمد میاں نے ایک مفصل رپورٹ مبنی بر تحریک کا وقتی جائزہ اور آئندہ عزائم حیدرآباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم صاحب کی معرفت حضرت شیخ الہند کی خدمت میں حجاز پہنچانے کے لئے روانہ کی۔ یہ رپورٹ بھی زرد ریشمی رومال پر تحریر شدہ تھی۔ اس رپورٹ میں جرمن اور ترک وفود کے ورود کابل، جرمنوں کی مایوسی اور مراجعت برلن، ترکی وفد کی ناکامی کی اطلاع درج تھی۔ سب سے اہم مجاہدین ہند کی نقل و حرکت، اشاعت تحریک جہاد کی نسبت تفصیلات درج تھیں۔

آزاد حکومت ہند کے قیام کی تجویز اور خدائی فوج کی مجوزہ ساخت کا پورا خاکہ درج تھا۔ اس فوج کا ہیڈکوارٹر مدینہ اور کمانڈر انچیف حضرت مولانا محمود الحسن تھے۔ ماتحت ہیڈکوارٹر مقامی جرنیلوں کے ماتحت قسطنطنیہ، طہران اور کابل قرار پائے تھے۔ کابل کے جرنیل مولانا عبیداللہ سندھی تھے۔ نقشہ میں ۱۲ فیلڈ مارشلوں اور بہت سے اعلیٰ فوجی افسروں کے نام مذکور تھے۔ لاہور سے ترک وطن کرکے کابل میں مقیم طلبا میں سے ایک میجر جنرل، ایک کرنل اور چھ لیفٹیننٹ ظاہر کیے گئے تھے۔ یہ اہم دستاویز بدقسمتی سے برطانوی حکومت کے ہاتھ لگ گئی اور اس طرح اگست ۱۹۱۶ء میں اس تحریک جہاد کا انکشاف ہوگیا جسے انگریزوں نے ریشمی خطوط کی سازش سے نامزد کیا۔

مولانا مرحومؒ لاہور میں نظر بند کر دیئے گئے تھے

اس انکشاف کے بعد تحریک کے سرکردہ رہنماؤں اور چیدہ چیدہ کارکنوں کی گرفتاریوں، سزایابیوں اور نظربندیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب کو بھی گرفتار کرکے راہوں، شملہ اور جالندھر وغیرہ کی جیلوں میں محبوس رکھنے کے بعد لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔ جنگ کے خاتمہ پر یہ پابندیاں ہٹا لی گئیں۔ ان ایام میں راقم الحروف کے بزرگ مرحوم مولوی محمد دین صاحب ہیڈماسٹر شیرانوالہ دروازہ ہائی سکول کے اصرار پر حضرت مولانا احمد علی مغفور نے شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرنا منظور فرما لیا۔

وُہ سلسلہ تبلیغ جو نہایت نامساعد حالات میں مختصر پیمانہ پر جاری ہوا دنوں میں فضل ربی سے وسعت پذیر ہونے لگا۔ حضرت مولانا احمد علی مغفور جو ہر کام کو نظم و ضبط کے تحت کرنے کے عادی تھے، نے ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں انجمن خدام الدین کی بناء رکھ دی۔ اس انجمن کا مقصد وحید اشاعت کتاب و سنت قرار پایا۔

حضرت مولاناؒ کی سرکردگی میں اس جماعت نے ایسے گرانقدر کارنامے سرانجام دئے جو بڑی بڑی حکومتوں اور ان کے سربراہوں کے ہاتھوں ہی تکمیل پذیر ہونے کے لائق تھے مولانا کا معمول بن گیا کہ وہ ہر صبح درس عام دیتے۔ ہر شام بعد از نماز مغرب نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو درس دیتے، ہر جمعہ کو خطبہ دیتے، فارغ التحصیل علمائے کرام کے لئے درس تفسیر کی بنا بھی ڈالی گئی۔ جس میں ایسی تفسیر پڑھائی جاتی جس کے ذریعہ اعتقادات، اعمال و اخلاق، اصول تدبیر منزل، قانون معاملات، تمدن اسلام، اسلامی معاشرت و سیاسیات کا حل، کتاب اللہ سے سمجھ میں آجاتا علاوہ ازیں رمضان، شوال اور ذیقعدہ کے مہینوں میں دورۂ تفسیر ختم کراتے اور بعد ازاں حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور فلسفہ شریعت پڑھاتے انجمن کے تحت تحریری تبلیغ کا علیحدہ شعبہ قائم ہوا جس کے ذریعہ لاکھوں کی تعداد میں رسالے اور کتابیں شائع ہوکر تقسیم کئے گئے چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفاسیر کی اشاعت کا انتظام بھی کیا گیا۔ ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۴ء میں خداوند تعالیٰ نے حضرت مولانا مغفور سے تاسیس انجمن خدام الدین کے بعد دوسرا مہتمم بالشان اور جلیل القدر کام تفسیر قرآن کریم کی اشاعت کی صورت میں لیا۔ اور اس طرح اہم مضامین جو شیخ التفسیرؒ اپنے درسوں میں بیان کرتے تھے۔ کتابی صورت میں یکجا ہوکر شائع ہوئے اس کی جداگانہ اور ممیز کن خصوصیات یہ ہیں۔

کہ ہر سورت کا عنوان، ہر رکوع کا خلاصہ، اس خلاصہ کا ماخذ، ہر سورت کی تمام آیات کا ربط، مناسب موقعوں پر واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط، بلکہ عام حالات پر اس کا اطلاق کرنے کا طریقہ بالالتزام قلمبند کیا گیا ہے۔ ربط آیات اور مقاصد رکوعات اس خوبی سے بیان کئے ہیں کہ ان کی نظیر معدوم ہے۔ گویا اس میدان میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے مضامین کو ایسا مربوط بیان کیا ہے کہ اول

سے آخر تک نہایت لطیف نظام ربط کا انکشاف ہوتا ہے۔ ماضی میں ہمارے مفسرین اور مترجمین کا یہی خیال رہا ہے کہ قرآن پاک کی ہر ایک آیت ایک مستقل باب ہے اور ہر ایک سورت ایک مستقل کتاب۔ اسی بناء پر اس جانب بہت کم توجہ دی گئی کہ سورت اور آیات کے روابط کو واضح کریں۔ خدا نے یہ سعادت امام رازیؒ اور بقاعی کے بعد حضرت مولانا کے مقسوم میں لکھی تھی کہ وہ نازک اور دقیق علم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ اس نادر تفسیر کی تکمیل پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے بجا طور پر فرمایا تھا کہ "حق تعالٰے نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی۔ میرے نزدیک خدمت قرآن کا یہ ایک نیا دَور ہوگا۔" شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ "حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کو عنایات ازلیہ کی نظر انتخاب نے ازل ہی سے چُن کر اس عظیم الشان امر کے لئے مسبوق بالحسنیٰ قرار دے دیا تھا"

پہلی جنگ عظیم کے بعد مولانا مغفور کی سرگرمیاں زیادہ تر تعلیمی اور تبلیغی کاوشوں تک محدود ہو گئیں لیکن پھر بھی جب کبھی ملی اور مذہبی تقاضے درپیش آتے۔ مولانا برق تپاں کی طرح میدان عمل میں نکل آتے اور حق کی حمایت میں باطل کے بالمقابل سینہ سپر ہو گئے۔

۱۹۳۱ کے اوائل میں میکلگن انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی سے کام لے کر مسلم طلباء کے جذبات کو بُری طرح مجروح کیا۔ طلباء نے احتجاج کیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مجبوراً انہیں ہڑتال کرنا پڑی۔ ہندو اور سکھ اپنی تنگ نظری اور کوتاہ فہمی کی بناء پر انگریز پرنسپل کی حمایت پر اتر آئے اور معلوم ہوتا تھا کہ طلباء کا احتجاج نہ صرف بے اثر ہوگا بلکہ ان کا مستقبل بھی ختم کر دیا جائیگا مولانا کو خبر ہوئی تو وہ دیوانہ وار طلباء کی حمایت میں اُٹھ آئے حضرت علامہ اقبالؒ بھی اس تحریک سے بے حد متاثر ہوئے اور وہ بھی میدان عمل میں آ گئے۔ طلباً کی حمایت و اعانت کے لئے ایک امدادی کمیٹی تشکیل کی گئی جس کے حضرت مولانا نہایت سرگرم اور فعال رکن تھے۔ ان کی بے پناہ قوت عمل نے اس واقعہ کو جسے حکومت درخور اعتنا نہ سمجھتی تھی ایک تحریک کی صورت میں بدل دیا۔ مولانا نے جون جولائی اور اگست میں متعدد بار تقاریر فرمائیں۔ جس سے اسلامیان پنجاب میں بیحد جوش و خروش پھیل گیا۔ حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا لیکن عوام کا بے پناہ سیل تھم نہ سکا۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا اور ۲۶؍ستمبر ۱۹۳۱ء کو کالج کے بارہ میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ طلباء کو باعزّت واپس بلا لیا گیا اور حضرت مولانا احمد علیؒ اور دیگر اسیران کو رہا کر دیا گیا۔

ابھی حضرت مولانا کامیابی سے ہمکنار ہو کر تشریف ہی لائے تھے کہ مجلس احرار اسلام کے تحت تحریک کشمیر شروع ہو گئی۔ حضرت مولانا سستائے بغیر ایک بار پھر میدان عمل میں اتر آئے۔ حضرت مولانا نے اس تحریک کی تائید میں پُرجوش حصہ لیا اور متعدد تقاریر فرمائیں۔ چنانچہ ۲۳؍نومبر ۱۹۳۱ء کو حضرت مولانا مغفور کو ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا۔

مرزا محمد یار خاں انسپکٹر پولیس کوتوالی لاہور کے استغاثہ پر آپ کے خلاف حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے اور فرقہ وارانہ اختلافات بھڑکانے کے الزام میں مقدمہ قائم ہوا۔ ۱۲ گواہوں نے استغاثہ کی تائید میں شہادتیں دیں۔ مقدمہ کی کارروائی میں مولانا صاحبؒ نے کوئی حصہ نہ لیا۔ ۲۵؍فروری ۱۹۳۲ء کو علاقہ مجسٹریٹ لاہور نے آپ کو ایک سال کے لئے دس ہزار روپیہ کی ضمانت نیک چلنی کے ادخال کا حکم دیا۔ اور بصورت عدم ادخال ایک سال تک قید رہنے کا حکم دے دیا۔ آپ نے ضمانت داخل کرنے سے انکار فرما دیا اور جیل میں بھیج دیئے گئے۔ مجسٹریٹ نے آپ کو جیل میں امتیازی درجہ دینے سے بھی انکار کر دیا۔ بلکہ حکم دیا کہ آپ کو سی کلاس میں رکھا جائے۔ حضرت مولاناؒ نے ہر تادیب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور اپیل یا نگرانی کرانے سے بھی انکار فرما دیا۔ مولانا صاحبؒ ۲۷؍نومبر ۱۹۳۱ء سے لے کر ۱۲؍جولائی ۱۹۳۲ء تک پابند سلاسل رہے۔ جب کہ ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کی درخواست نگرانی پر سر عبدالقادر مرحوم جج ہائیکورٹ نے بریت کا حکم صادر کر دیا۔

> ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
> وُہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

"افاداتِ اکابر"

حقیقتِ معجزہ

خدائی کام کی طرح خدائی کلام کو بھی سمجھنا چاہیئے

خدائی کلام وہ ہے کہ ساری دنیا اس جیسا کلام بنانے سے عاجز اور درماندہ ہو۔ ساری دنیا کو للکارا جائے، غیرتیں دلائی جائیں، مقابلہ کے لئے کھڑا کیا جائے اور لوگ چاہیں کہ کسی طرح یہ روشنی بجھ جائے مگر پھر بھی ویسا کلام بنا کر نہ لا سکیں تو ہم سمجھیں گے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح خدائی کاموں کو بندے کے کاموں سے الگ کرکے پہچان سکتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں بیّن اور واضح فرق ہوتا ہے۔ گلاب خدا کا بنایا ہُوا ہے۔ اب تم بھی کاغذ کے پھول بناتے ہو۔ مگر جب تمہارے پھول پر پانی کا ایک چھینٹا پڑ جاتا ہے۔ تو آپ کی صنعت کا سارا پول کھل جاتا ہے۔ لیکن قدرتی پھول پر پانی گرتا ہے تو اس میں اور زیادہ صفائی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

معجزہ کوئی فن نہیں

بلاشبہ خدائی کام اور بندوں کے کاموں میں نمایاں امتیاز ہوتا ہے۔ خدائی کام کی نقل بندہ اتارتا ہے لیکن عاقل کو کبھی التباس بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان جانداروں، درختوں، پھولوں کی تصویر کھینچ لیتا ہے۔ مگر ایک مچھلی کی آنکھ، ایک مکھی کا پر، ایک مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جَو کا دانہ تمام عالم بھی مل کر نہیں بنا سکتا۔ لاکھوں مجسمے کروڑوں بیل بوٹے دنیا کے صنّاع بناتے ہیں۔ مگر مچھر کا ایک پر بنانے سے بالکل عاجز ہیں۔

لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ۔

ترجمہ :- کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پیدا کر لیں ایک مکھی کو اگرچہ وہ سب اس کام کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا۔

ترجمہ :- اللہ محجوب نہیں ہوتا۔ اس سے کہ بیان کرے مثال مچھر کی اور اس سے بھی زیادہ کمتر اور حقیر چیز کی۔

اسی کا نام خدائی فعل ہے اور جب ایسا فعل بدون ان اسباب کے جو کہ اس کے "تکوّن" کے لئے متعارف ہیں کسی مدعیٔ نبوّت کے ہاتھوں پر ظاہر ہو تو اسی کا نام معجزہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ جنس افعال سے ہو یا جنس اقوال سے۔ اور جب یہ ثابت ہوا کہ معجزہ اللہ تعالےٰ کا فعل ہے جو بدون تعاطی اسباب کے ظہور پذیر ہوتا ہے تو دوسرے خدائی کاموں کی طرح اس میں بھی کسی صانع کی صنعت کو دخل نہیں ہو سکے گا۔ پس تنجیم، کہانت، مسمریزم، سحر، شعبدہ کی طرح معجزہ کوئی فن نہیں ہے جو کہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہو۔ یہ فنون سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن معجزہ میں نہ تعلیم و تعلم ہے نہ انبیاء کا کچھ اختیار اس میں چلتا ہے۔ نہ معجزہ صادر کرنے کا کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ ان کو معلوم ہے کہ جب چاہیں ویسا ہی عمل کرکے ویسا ہی معجزہ دکھلا دیا کریں۔ بلکہ جس طرح ہم قلم لے کر لکھتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلم لکھتا ہے اور فی الحقیقت اس کو لکھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا یہی صورت معجزہ کی بھی ہے۔ ایسا نہیں کہ انبیاء جس وقت چاہیں۔ مثلاً انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر سکیں۔ بلکہ جس وقت اللہ کی حکمت بالغہ مقتضی ہوتی ہے تو جاری ہو سکتے ہیں۔ برخلاف ان فنون کے جو تعلیم و تعلم سے حاصل کئے جاتے ہیں ان میں جس وقت چاہیں قواعدِ مقررہ اور خاص خاص اعمال کی پابندی سے یکساں نتائج اور ایک ہی طرح کے آثار و کیفیات دکھلائے جا سکتے ہیں۔ مگر آج تک مدعیانِ نبوت و اعجاز کی طرف سے کوئی درسگاہ معجزہ سیکھنے سکھانے کی نہ بنی نہ کوئی قاعدہ اور ضابطہ ممہد ہوا، نہ کوئی کتاب تنجیم، مسمریزم، سحر کی طرح معجزات میں تصنیف کی گئی بلکہ وہ خدا کا فعل ہے جو تمام دنیا کو تھکا دیتا ہے اگر وہ فعل ہے تو اس جیسے فعل سے دنیا عاجز ہے اور اگر اقوال میں سے ہے تو اس جیسے کلام سے تمام دنیا کے بولنے والے مجبور اور درماندہ ہیں۔ رسول کے اختیار یا قدرت کو بھی اس میں کوئی دخل نہیں اسی واسطے انبیاء سے جب معجزات طلب کئے گئے تو انہوں نے اللہ پر محول کیا۔ فرماتے ہیں :-

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا ۝ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۭ

(سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ :- اور وہ تم سے کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک تم پر ایمان لانے والے ہیں نہیں کہ یا تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو یا کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ یا جیسا تمہارا خیال ہے آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا گراؤ اور خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو یا رہنے کے لئے تمہارا طلائی گھر ہو یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم وہاں سے ایک کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم اس کو پڑھ بھی لیں، ہم تمہارے چڑھنے کو باور کرنے والے نہیں کہہ دو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں رسول تو ہوں مگر بشر رسول ہوں۔ خدا نہیں ہوں (یعنی معجزہ تو بشر کا فعل نہیں ہے، خدا کا فعل ہے) میرے قبضہ میں یہ نہیں کہ جو تم چاہو دے دوں۔ بلکہ جس قدر خدا میری تصدیق کی علامات کے طور پر کافی اور مناسب جانتا ہے، ظاہر کرتا ہے۔

معجزہ کچھ ایسے حالات کے ساتھ آتا ہے کہ اس میں شبہ کی گنجائش نہ رہے

جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی اور معجزہ دکھلانے کے لئے عصا ڈالا اور وہ اژدہا بن گیا۔ اس کا جواب دینے کے لئے فرعون نے بڑے بڑے ساحروں کو جمع کیا۔ اور وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی لاٹھیاں اور رسیاں لے کر پہنچ گئے۔ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے ہم پیشہ ساحر ہیں اسی لئے کہا۔ اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ۔ تم پہلے ڈالو گے یا ہم۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پھینکو۔ جب انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو وہ چلتے ہوئے سانپ نظر آنے لگے۔ تو (فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى) موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے حالانکہ اگر وہ بھی پیشہ ور ساحر ہوتے تو ڈر کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ خوف کیوں طاری ہوا؟ اور کیوں طاری کیا گیا؟ یعنی خوف کا منشا کیا تھا اور اس کے طاری کئے جانے میں حکمت کیا تھی؟

اگر یہ کہا جائے کہ سانپوں کی صورت دیکھ کر ڈر گئے تو موسیٰؑ جیسے پیغمبر کو ان لاٹھیوں سے کوئی خوف نہیں ہو سکتا تھا خصوصاً جب کہ اسی نوعیت کے اعلیٰ خوارق کا تجربہ بھی دو مرتبہ کر چکے تھے۔ پہاڑ پر جو واقعہ القائے عصا کا ہوا تھا اس پر لَا تَخَفْ سُن چکے تھے کیونکہ وہاں بھی خائف ہوئے تھے۔

وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ

ترجمہ :- اور اللہ نے وہاں ڈر اور خوف نکال دیا تھا۔

لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

ترجمہ :- اے موسیٰؑ! ڈرو مت یہاں انبیاء ڈرا نہیں کرتے۔

پھر دوسری مرتبہ فرعون کے سامنے بھی لاٹھی ڈال کر دیکھ چکے تھے۔ شیخ رح

فرماتے ہیں کہ پہلی دفعہ بہاڑ پر بشری خوف تھا جو کہ وہیں نکل چکا تھا۔ اب جو دوسری دفعہ طاری ہؤا یہ اس وجہ سے کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے ہاتھ میں کوئی طاقت نہیں، کوئی قدرت نہیں۔ کہیں ساحر کی اس شعبدہ بازی کے سامنے حق کا کلمہ پست نہ ہو جائے۔ اور بے وقوف لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ چنانچہ جواب میں ارشاد ہؤا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

ترجمہ:۔ ڈرو مت تم ہی اونچے ہو کر رہوگے۔

یہ تو خوف کا منشا تھا۔ اب اس کی **حکمت** فرماتے ہیں کہ جب ڈر گئے اور ڈرے ہوئے آدمی پر خوف اور گھبراہٹ کے جو آثار ہویدا ہوتے ہیں ان کو محسوس کرکے ساحرین سمجھے کہ یہ ہمارے پیشہ کا آدمی ہرگز نہیں یا کم از کم اس کو کوئی ایسا ساحرانہ عمل معلوم نہیں جس سے یہ ہمارے مقابلے میں اپنے قلب کو مطمئن رکھ سکے۔ اب جو موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا۔ جو باذن اللہ ان تمام جادو کے سانپوں کو نگل گیا۔ تو ساحرین نے یقین کر لیا کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ وہ سب بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور چلا اُٹھے کہ ہم بھی موسےٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر ایمان لاتے ہیں۔ فرعون نے بہت کچھ دھمکیاں دیں اور خوف زدہ کرنا چاہا مگر ان کا جواب صرف یہ تھا۔ کہ:۔

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔

ترجمہ:۔ جو کچھ تجھے فیصلہ کرنا ہے کر گزر تو اس سے زیادہ نہیں کہ صرف اسی دنیا کی (چند روزہ) زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے (حی لایموت) پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں۔ تاکہ وہ ہماری خطائیں اور ان ساحرانہ حرکتوں کو معاف فرمائے جو تُو نے ہم سے زبردستی کرائیں۔ اور اللہ سب سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اور جو لوگ ایسی آیات بیّنات کو دیکھ کر بھی راہِ حق پر نہ آئے ان کا بھی حال یہ تھا:۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا

ترجمہ:۔ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، ظلم سے اور زیادتی سے، حالانکہ ان کے دلوں کو (سچائی کا) پورا پورا یقین حاصل تھا۔

خود فرعون کو خطاب کرکے حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں:۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۔

ترجمہ:۔ تُو خوب جانتا ہے کہ آیات آسمان و زمین کے پروردگار کے سوا کسی نے نہیں اتاریں اور اے فرعون بے شک میں تجھے سمجھتا ہوں کہ تو (اس علم کے باوجود) ہلاکت میں گر چکا ہے۔

جہاد کا ثواب

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا کی راہ میں لڑنے والا ایسا ہے۔ جیسا کہ روزہ رکھنے والا عبادت گذار اور قرآن خواں جو کبھی روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے نہیں تھکتا۔ جب تک کہ وہ جہاد سے واپس نہ آئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص خدا تعالےٰ کی راہ میں (جہاد کرنے کے لئے) نکلا خدا اس کا ضامن ہو گیا۔ اس کو (میدان جنگ میں) اس کا ایمان لے گیا۔ اور میرے رسولوں کی تصدیق میں اس کو یا تو اجر و **غنیمت** کے ساتھ واپس کروں گا یا (شہید ہو جانے پر) اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا کی راہ میں ایک دن کی چوکیداری (یعنی محافظت) دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو عبسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے کے پاؤں خدا کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوتی۔ (بخاری)

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے سلسلہ میں ہمارے علمائے پاکستان کے درمیان ایک عرصہ سے نزاع کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ فریقین مناظرہ کے لئے پر تول رہے تھے۔ لیکن بحمداللہ مجوّزہ ثالث حضرات مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدظلہ نے اختلافی صورتِ حال ختم کرنے کے لئے فریقین کو تحریری اعتراضات اور جوابات کے چار چار پرچے [illegible] کرنے کی تجویز پیش کرکے نہایت ہی دانشمندانہ اقدام کیا ہے۔

اس طریق سے اس دیرینہ نزاع کے خاتمہ کی صورت ہوتی نظر آ رہی ہے۔

چنانچہ مجوزہ ثالث حضرات نے مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے نام ذیل کا مکتوب گرامی تحریر فرمایا ہے:۔

محترم گرامی مولانا محمد علی صاحب جالندھری

السلام علیکم! آپ نے مسئلہ حیات النبیؐ میں ہمیں ثالث تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ آپ اپنا دعویٰ اور اس کے دلائل تحریر کرکے ارسال کریں۔ اور اپنی تحریر کی دو کاپیاں بھیجیں تاکہ ایک کاپی ہم دوسرے فریق کو روانہ کر سکیں۔ اسی طرح چار چار پرچہ تحریر کرائے جائینگے۔

جو آپ تحریر کریں اس پر مولانا لال حسین اختر کے بھی دستخط ہوں — اگر مولانا لال حسین صاحب کو آپ سے کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلافی نوٹ تحریر کریں۔

اس کا جواب دس روز کے اندر اندر روانہ کر دیں۔

دستخط ثالث حضرات)

(۱۴ $\frac{۲}{۶۲}$)

معلوم ہؤا ہے اسی قسم کا ایک خط مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو بھی ارسال کیا گیا ہے۔

ایجنٹ حضرات متوجہ ہوں

اکثر ایجنٹ حضرات کے واجبات کی ادائیگی باقی ہے اور مالی سال ختم ہونے والا ہے براہ مہربانی کرکے بقایا رقوم کی ادائیگی جلد از جلد فرمائیں ورنہ ان کے نام بلیک لسٹ میں شائع کر دیئے جائیں گے۔ (مینجر)

ضروری اطلاع

ایجنٹوں کے بل ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک تیار کر دیئے جاتے ہیں۔ لہذا اس تاریخ کے بعد وصول ہونے والی رقمیں بعد میں جمع ہوں گی۔ ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔ (مینجر)